کامل شفاعت

مَیں کیوں المسیح کا پیروکار ہو گیا

عماد الدین

کامل شفاعت

مَیں کیوں المسیح کا پیروکار ہو گیا

عماد الدین

kāmil shafāat. maiṅ kyoṅ al-masīh kā pairokār ho gayā.

Perfect Intercession. Why I Became a Follower of al-Masih

by Imad ud-Din
(Urdu—Persian script)

© 2018 Chashma Media
published and printed by
Good Word, New Delhi

Bible quotations are from UGV.

for enquiries or to request more copies:
askandanswer786@gmail.com

ہمارے بزرگ ہانسی شہر کے باشندے تھے۔ لیکن لوگ زیادہ یہ جانتے ہیں کہ ہم پانی پت کے رہنے والے ہیں۔ اِس کی یہ وجہ ہے کہ میرے دادا مولوی محمد فاضل جائیداد کے ختم ہونے پر ہانسی سے اُٹھ کرشہر پانی پت میں آ بسے تھے۔ میرے دادا اِس لئے یہاں آئے کہ غلام محمد خان افغان اِس شہر کے بڑے رئیس تھے۔ غلام محمد امیر کبیر آدمی تھے۔ اُنہوں نے میرے دادا کو اپنی رفاقت میں رکھ لیا تھا۔ وہ اُن کی فضیلت کے باعث اُن کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ میرے دادا نے اپنی زندگی اِسی شہر میں اچھی عزت سے اسلام کی پیروی میں بسر کی۔

میرے والد مولوی سراج الدین آج تک اُسی شہر میں بیٹھے ہیں۔ ہم چار سگے بھائی تھے۔ چھوٹا بھائی معین الدین مر گیا۔ سب سے بڑے بھائی مولوی کریم الدین ہیں جو کہ اِس زمانے میں بہت بڑے مصنف اور فخرِ خاندان ہیں۔ اُن

سے چھوٹے بھائی منشی خیر الدین ہیں۔ اُن سے چھوٹا مَیں ہوں۔ نام میرا عماد الدین ہے۔

آگرہ گورنمنٹ کالج میں تعلیم

پندرہ سال کی عمر میں گھر کو چھوڑ کر علم حاصل کرنے کے لئے آگرہ میں گیا۔ وہاں میرے بھائی مولوی کریم الدین گورنمنٹ کالج میں اردو کے پہلے پروفیسر تھے۔ اُن کی خدمت میں بہت دنوں تک رہ کر تعلیم پائی۔ علم پڑھنے کا میرا صرف ایک مقصد تھا کہ کسی طرح اپنے خداوند کو پاؤں۔ کیونکہ وعظوں سے سنا تھا کہ علم کے بغیر خدا کی پہچان حاصل نہیں ہو سکتی۔

جب بھی فرصت ملتی تو مَیں فقیروں اور عالموں کی خدمت میں جا کر دین کا فائدہ حاصل کیا کرتا تھا۔ مسجدوں، خانقاہوں اور مولویوں کے گھروں پر بھی جا جا کر فِقہ تفسیر، حدیث، منطق اور فلسفہ وغیرہ سیکھا کرتا گو مَیں نے ابھی دینی علوم کچھ حاصل نہیں کیئے تھے۔

پہلا شک

اُن دنوں میں کئی عیسائیوں کی صحبت کے سبب مجھے اپنے دین پر شک پڑ گیا۔ میرے دوست مولوی صفدر علی اُن دنوں میں کالج کے اندر تھے۔ وہ بڑے کٹر مسلمان تھے جن کی ایمان داری، راست بازی، نیک کرداری اور علمی لیاقت کا مَیں گواہ ہوں۔ اُنھوں نے میرے دل کے شکوک معلوم کر کے بڑا افسوس کیا اور مجھے کہا کہ دیکھ تُو گم راہ ہو گیا ہے۔ ابھی تُو نے دین کی کتابیں نہیں پڑھیں۔ عیسائیوں نے تجھے گم راہ کر دیا ہے۔ یہ خیال دل سے دُور کر اور دین کی کتابیں غور سے پڑھ کر دیکھو کہ کون حق پر ہے۔

یہ مولوی صفدر علی مجھے اپنے ساتھ مولوی عبد الحلیم کے پاس لے گئے۔ عبد الحلیم دین کے بڑے فاضل اور واعظ تھے۔ مَیں نے اپنے اعتراضات اُن کے سامنے پیش کیے۔ اگرچہ وہ میرے اعتراضوں کے جواب تو نہ دے سکے تو بھی اُنھوں نے قرآنِ مجید کی کئی ایک آیات پڑھ کر مجھے سنائیں اور خفگی بھی بہت سی ظاہر کی۔ اِس لئے ہم دونوں اداس ہو کر اُن کے پاس سے اُٹھ آئے اور اُس دن سے اِس کا خیال چھوڑ کر صرف علم حاصل کرنے میں کوشش کرنی شروع کر دی۔ سب خیالات چھوڑ کر رات دن پڑھنا شروع کیا۔ اِسی طرح

آٹھ دس برس گزر گئے۔ چونکہ مَیں ہر علم کو خداوند کے پہچاننے کا وسیلہ جان کر پڑھتا تھا اِس لئے جس قدر وقت اِس کام میں خرچ ہوتا مَیں اِس کو عبادتِ الٰہی سمجھتا تھا۔

صوفیوں کی نئی راہ

جب مَیں اسلامیات سے بھرپور ہو گیا تو مَیں نے ڈاکٹر وزیر خان کے وسیلے سے ایک نیا راستہ اختیار کرلیا۔ وزیر خان سب اسسٹنٹ سرجن مقرر ہو کر آگرہ میں آئے تھے۔ وہ بڑے کٹر مسلمان تھے۔ ساتھ ساتھ وہ صوفیوں کے دائرے میں بھی آ گئے تھے۔

مَیں بھی اِس باطنی علم میں پھنس گیا۔ کم بولنا، کم کھانا، لوگوں سے الگ رہنا، جسم کو دُکھ دینا اور راتوں کو جاگنا اختیار کرلیا۔ تمام تمام رات قرآنِ مجید پڑھنے لگا۔ قصیدۂ غوثیہ کا عمل جاری کر دیا۔ چہل کاف اور حزب البحر پڑھا کرتا۔ مراقبہ مجاہدہ کیا کرتا۔ ذکرِ جہری و خفی جاری کر دیا۔ آنکھیں بند کر کے تنہائی میں بیٹھ کر خیال میں لفظ اللہ دل پر لکھنے لگا۔ بزرگوں کی قبروں پر بیٹھ کر مراقبہ کیا کرتا تاکہ کشفِ قبور مل جائے۔ وجد کی مجلسوں میں بڑے ایمان سے صوفیوں کا منہ تکتا ہوا بیٹھا کرتا تاکہ اُن سے فیض پائے۔ مستوں مجذوبوں کے پاس خدا

سے ملانے کی التجا لے کر جایا کرتا۔ پانچ نماز کے سوا تہجدِ اشراق اور چاشت بھی پڑھا کرتا۔ درود و کلمہ بہت پڑھا کرتا۔ غرض جو جو مصیبتیں اور دُکھ انسان کی طاقت کے ہیں سب اُٹھائے اور انتہا درجے تک اِن مشقّتوں کو پہنچا دیا۔ مگر ہرگز تسلی نہ پائی۔

آگرہ کی مسجد میں واعظ

اِسی عرصے میں جب یہ سب کچھ کر رہا تھا تو ڈاکٹر وزیر خان، مولوی محمد مظہر اور دیگر بزرگوں نے مجھے آگرہ کی بادشاہی جامع مسجد میں قرآن و حدیث کا وعظ کرنے کے لئے مقرر کر دیا تاکہ پادری فینڈر کا مقابلہ کروں۔ تین سال تک وعظ کرتا رہا۔ تفسیریں اور احادیث وغیرہ سناتا رہا۔

شفاعت کی تلاش

مگر سورۂ مریم 71 ہمیشہ میرے دل میں کانٹا سا چُبھا کرتی تھی، جس میں فرمایا گیا ہے کہ ہر بشر ضرور ایک بار دوزخ میں جائے گا۔ یعنی خدا کے اوپر فرض ہے کہ سب کو ایک بار تو دوزخ میں ضرور لے جائے اور اِس کے بعد جس

کو چاہے بخشے۔ یہ آیت علما کو بڑے اُلجھن میں ڈال دیتی ہے، اور وہ طرح طرح اِس کا حل نکالتے ہیں۔

اِس کے علاوہ شفاعت کے بارے میں قرآنِ مجید کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس سے کسی طرح کی اُمید دل میں رکھ سکیں۔ مَیں جب اِس معاملے پر غور کرتا تو بڑا حیران رہتا تھا۔ ہاں، علامہ جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ اِس مضمون پر لکھ کر اِس دعویٰ کا ثبوت احادیث سے دیا ہے کہ پیغمبرِ اسلام شفاعت کرا دیں گے۔ یہ رسالہ پڑھ کر مَیں اپنے دل کو کچھ تسلی دیتا تھا۔ البتہ اُس وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ احادیث غیرمعتبر ہیں۔

ایسی فکروں کے جواب میں مَیں حد سے زیادہ عبادت کرکے دل کو تسلی دیا کرتا تھا۔ تنہائی میں جا کے رو رو کر اپنی مغفرت کی دعا کیا کرتا۔ شاہ ابو العُلیٰ کی قبر پر چھپ چھپ کر آدھی رات وہاں گزاری۔ بوعلی قلندر کے مزار پر اورنظام الدین اولیا کی درگاہ میں اور اکثر بزرگوں کے مقبروں پر بڑے شوق سے التجا لے کر جایا کرتا۔ مسافرفقیروں اورشہر کے صوفیوں کے وسیلے سے خدا سے ملانے کی درخواست کیا کرتا۔

قرولی میں تارک الدنیا

اُسی وقت یہ خیال دل پر سوار ہوا کہ دنیا کو ترک کروں۔ مَیں سب کو چھوڑ چھاڑ کر جنگل کو نکل گیا۔ ہاں، مَیں نے گیرو کے رنگے ہوئے کپڑے پہن لئے اور فقیر بن کر شہر شہر گاؤں گاؤں اِدھر اُدھر بے سر و سامان تقریباً دو ہزار کوس پیدل پھرا۔ بے شک میری نیت پورے طور پر خلوص نہیں تھی، لیکن مَیں صرف خدا ہی کا طالب تھا۔ اِسی حالت میں مَیں قرولی شہر پہنچ گیا۔ وہاں ایک پہاڑ ہے جس کے اندر ایک ندی بہتی ہے۔ مَیں وہاں حزب البحر کا عمل پورا کرنے کو بیٹھ گیا۔

اُس وقت میرے پاس ایک کتاب تھی جو میرے پیر کی طرف سے ملی تھی۔ اُس میں صوفیوں کی تعلیمات اور وِرد و وظائف کے طور طریقے لکھے ہیں۔ مَیں اُس کتاب کو سب سے زیادہ پیارا جانتا تھا یہاں تک کہ سفر میں رات کو ساتھ لے کر سوتا تھا۔ جب میری طبیعت گھبراتی تو اُس کتاب کو چھاتی سے لگا کر دل کو آرام دیتا۔ مَیں نے کبھی کسی کو وہ کتاب نہ دکھائی، کیونکہ پیر صاحب نے منع کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اِس کا بھید کسی سے نہ کہنا؛ پوری ابدی سعادت

اِس میں ہے۔ پس مَیں اُس کتاب کو لے کر ندی پر بیٹھ گیا اور حزب البحر کا عمل پورا کرنے لگا۔

دعا کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ بے سِلا کپڑا پہن کر بارہ دن تک باوضو ایک گھٹنے ایک جگہ پر بہتی ندی کے کنارے بیٹھ کر بلند آواز کے ساتھ تیس بار روزانہ پڑھے، دنیا کی کوئی چیز نہ کھائے، نمک کا کھانا بھی نہ کھائے بلکہ صرف حلال کی کمائی کا جَو کا آٹا لا کر اپنے ہاتھ سے روٹی پکائے۔ لکڑی بھی خود جنگل سے لائے، جوتا بھی نہ پہنے، ننگے پاؤں رہے۔ اِس کے ساتھ روزہ بھی رکھے، دن سے پہلے دریا میں غسل بھی کرے۔ کسی آدمی کو نہ چھوئے بلکہ معینہ وقت کے سوا کسی سے بات بھی نہ کرے۔

مقصد یہ تھا کہ خدا سے وصل ہو جائے۔ اِسی لالچ میں مَیں نے یہ دُکھ اُٹھایا۔ اِس کے علاوہ سوا لاکھ بار لفظ اللّٰہ بھی اُسی حال میں کاغذ پر لکھا۔ روزانہ قینچی سے ہر لفظ علیٰحدہ علیٰحدہ کتر کے آٹے کی گولیوں میں لپیٹ کر دریا کی مچھلیوں کو کھلاتا تھا۔ یہ عمل بھی اُسی کتاب میں لکھا تھا۔ دن بھر یہ کام کرتا۔ رات کو آدھی رات سوتا، آدھی رات بیٹھ کر لفظ اللّٰہ خیال کے اندر دل پر لکھ کر خیال کی آنکھ سے دیکھا کرتا۔ اِس مشقّت کے بعد جب وہاں سے اُٹھا تو میرے بدن

میں طاقت نہ رہی۔ رنگ زرد ہو گیا۔ مَیں ہَوا کے صدمے سے اپنے آپ کو تھام نہیں سکتا تھا۔

شہر کے مُرید

تاج محمد خزانچی اور قرولی کے راجا کے ساتھی فضل رسول خان نے میری بہت خدمت کی اور میرے ہاتھ پر مُرید ہوئے۔ شہر کے اندر بہت سے لوگ بھی آ کر مُرید ہوئے۔ روپیہ پیسہ بھی مجھے بہت دیا اور نہایت تعظیم کرنے لگے۔ مَیں جب تک وہاں رہا ہمیشہ گلیوں اور گھروں اور مسجدوں میں قرآنِ مجید کا وعظ سناتا رہا۔ نتیجے میں بہت لوگوں نے گناہ سے توبہ کی۔ مجھے اللہ کے اولیا میں سے خیال کیا جاتا تھا۔ اکثر لوگ آ کر قدموں کو ہاتھ لگاتے تھے۔

تمام مذہبوں سے تنگی

لیکن میری روح نے آرام نہ پایا بلکہ دن بہ دن خود بہ خود تجربہ کاری کے سبب شریعت سے متنفر ہونے لگی۔ ایک دن مَیں وہاں سے دو سو کوس کا سفر کر کے وطن میں آیا۔ یہاں آ کر وِرد و وظائف سے طبیعت کھٹی ہو گئی۔ اُن آٹھ دس سال کے دوران کئی قسم کے بزرگ، مشائخ، مولوی اور فقیر ملے تھے۔ اُن

کا چال چلن، اُن کے دل کے تصورات، اُن کا تعصب، اُن کی فریب بازیاں اور جہالتیں دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ کوئی بھی مذہب جہان میں حق نہیں ہے۔

پہلے مَیں سمجھتا تھا کہ اسلام سارے جہان کے دینوں سے اچھا ہے، کیونکہ عیسائی دین کو تو مولوی رحمت اللہ، آلِ حسن اور وزیر خان وغیرہ نے اپنے خیال میں باطل ثابت کر دیا ہے۔ وہ بڑا مباحثہ جو پادری فینڈر سے علما نے آگرہ میں کیا تھا مَیں بھی اُس میں موجود تھا۔ جو کتابیں مسلمانوں نے عیسائی دین کے رد میں لکھی ہیں اُنہیں مَیں سرسری نظر سے پڑھ چکا تھا۔ اِس لئے مَیں عیسائی دین کو باطل سمجھتا تھا بلکہ ہمیشہ اپنے وعظ میں اپنے شاگردوں کو اُس دین کے نقصان دکھایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن جب دو بڑے عیسائی افسر مولوی کریم الدین کے ساتھ وعظ سننے کو آگرہ کی جامع مسجد میں آئے تو ایسا تعصب میرے اندر تھا کہ مَیں نے اُن حاکموں کے سامنے بھی اپنے آپ کو نہ روکا بلکہ عیسائی دین کی مذمت سناتا رہا۔ غرض عیسائی دین کا مَیں بڑا مخالف تھا۔

لیکن میرے کڑوے تجربے کے باعث اب دل میں آ گیا کہ سب مذہب واہیات ہیں۔ جسم کو آرام دینا چاہیئے، سب کے ساتھ بھلائی کرنا اور صرف خدا کو اپنے دل میں ایک جاننا بہتر ہے۔ اِن ہی بے ہودہ خیالات میں مَیں چھ برس تک مبتلا رہا۔

لاہور میں نوکری اور حالِ زار

کچھ دیر کے بعد مَیں لاہور آیا۔ جبؔ لوگوں نے میرا حال شریعت کے خلاف پایا تو وہ مجھ پر الزام لگانے لگے حالانکہ ابھی تک مَیں اسلام کو حق جانتا تھا اگرچہ اُس کی شریعت کا پابند نہ تھا۔ لیکن کبھی کبھی جب مجھے اپنی موت اور خداوند کی عدالت کا دن اور اِس جہان کو چھوڑ جانے کا وقت یاد آتا تو میری روح اپنے آپ کو نہایت خوف و خطر کے مکان میں اکیلا، بے بس، لاچار اور عاجز کھڑا ہوا پاتی تھی۔ اِسی واسطے ایک ایسا اضطراب میرے دل میں پیدا ہوتا تھا کہ اکثر میرے چہرے پر زردی رہا کرتی تھی اور مَیں بے قرار ہو کر بعض اوقات تنہائی میں جا کر خوب رویا کرتا تھا۔ بعض اوقات مَیں ڈاکٹروں سے کہا کرتا کہ مجھے کوئی ایسا مرض ہے کہ میرا دل بے قرار ہو کر مجھے بے اختیار کر دیتا ہے۔ شاید کبھی مَیں اپنے آپ کو نہ مار ڈالوں۔ مَیں بہت گھبراتا ہوں۔ جب

مَیں رو لیتا ہوں تب مجھے آرام آتا ہے۔ ڈاکٹر مجھے کچھ کچھ دوائیں پلایا کھلایا کرتے تھے، پر آرام نہ ہوتا تھا اور غصہ مجھ میں بہت تھا۔

لاہور میں آ کر مَیں مسٹر مَیکِن تاش ہیڈ ماسٹر نارمل اسکول لاہور کی خدمت میں رہنے لگا۔ مَیکِن تاش دین دار فاضل ہیں۔

صفدر علی سے مباحثہ کرنے کا ارادہ

ایک دن جبل پور سے خبر آئی کہ مولوی صفدر علی حضرت عیسیٰ کے پیروکار ہو گئے ہیں۔ مَیں نے بڑا تعجب کیا۔ چند روز تک تو مولوی صفدر علی کو بُرا کہتا پھرا۔ میرے دل میں اُن کے بارے میں طرح طرح کے بُرے خیالات آتے رہے، لیکن بار بار یہ خیال بھی آتا تھا کہ مولوی صفدر علی جو سچا راست باز تھا اُس نے یہ کیا کام کیا کہ اپنے مذہب کو چھوڑ دیا ؟ ایسا کیوں نادان ہو گیا ؟ پھر مَیں نے ارادہ کیا کہ مولوی صفدر علی سے خطوط کے ذریعے مباحثہ شروع کرنا چاہیے۔ مگر مَیں بڑی ایمان داری سے بے تعصب ہو کر یہ کام کروں گا۔

اِسی نیت سے مَیں نے انجیل و توریت منگوائی اور ساتھ ساتھ عیسائی دین کے خلاف کی کتابیں بھی جمع کیں۔ مَیکِن تاش سے مَیں نے کہا کہ آپ براہِ

مہربانی مجھے انجیل کو سمجھا کر پڑھائیں۔ اُنھوں نے بڑی خوشی سے پڑھانا شروع کر دیا۔

انجیل شریف پڑھنے سے تبدیلی

متیؔ کی انجیل کے ساتویں باب تک پڑھ کر مجھے اپنے مذہب پر شک پڑ گیا۔ پھر تو ایسی بے قراری پیدا ہوئی کہ سارا سارا دن اور اکثر تمام تمام رات کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ساتھ ساتھ پادریوں اور مسلمانوں سے زبانی بھی باتیں کرنے لگا۔ ایک سال کے اندر رات دن کی محنت سے مَیں نے دریافت کر لیا کہ صرف عیسائی دین سے نجات ہے۔

دینی بھائیوں کا جواب

جب مَیں نے یہ معلوم کر لیا تب مسلم عالموں سے جو میرے دوست اور لواحق ہیں سب حال بیان کیا۔ بعض خفا ہوئے اور بعضوں نے سب میرے دلائل تنہائی میں بیٹھ کر سنے۔ مَیں نے اُن سے کہا یا تو اِن دلائل کے ٹھیک ٹھیک جواب دو، ورنہ تم بھی میرے ساتھ عیسائی ہو جاؤ۔ اُنھوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم آپ کی بات مانتے ہیں، لیکن کیا کریں۔ دنیاوی خوف اور جاہلوں کی لعن طعن

سے ہم کو ڈر معلوم ہوتا ہے۔ دل میں تو ہم ضرور المسیح کو سچا جانتے ہیں۔ یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ وہی ہماری شفاعت کر سکتے ہیں۔ مگر ہم اپنی دنیاوی عزت کھونا نہیں چاہتے۔ تم بھی اپنا ایمان ظاہر نہ کرو۔ ظاہر میں مسلمان کہلاؤ، دل میں المسیح پر ایمان رکھو۔ بعضوں نے کہا کہ مسیح کا مذہب تو درست اور عقل کے موافق ہے، مگر تثلیث اور ابن اللہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ اِس لئے ہم اُسے اختیار نہیں کرتے۔ بعضوں نے کہا کہ ہم کو عیسائیوں کی کچھ جسمانی رسمیں پسند نہیں آتیں، اِس لئے ہم عیسائی نہیں ہوتے۔

تب مَیں نے اُن سب کو خدا کے سپرد کیا اور اُن کے حق میں دعا کے سوا اور کچھ چارہ نہ جانا۔ مَیں نے امرتسر جا کر رابرٹ کلارک کے ہاتھ سے بپتسمہ لے لیا۔ وجہ یہ تھی کہ کلارک نے سب سے پہلے مجھے خط بھیج کر خداوند کا پیغام پہنچایا۔ اُن کی دین داری اور سرگرمی سے بھی مَیں بہت خوش ہوا۔

روح کا آرام

جب سے مَیں عیسیٰ المسیح کے فضل میں داخل ہوا ہوں میری روح کو بہت آرام ہے۔ اضطراب اور بے قراری بالکل جاتی رہی۔ چہرے کی زردی بھی زائل ہوگئی۔ اب کسی وقت بھی میرا دل نہیں گھبراتا۔ کلامِ الٰہی کے پڑھنے

سے زندگی کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ موت اور قبر کے خوف کی بیماری سے ارام مل گیا ہے۔ اپنے خداوند میں بہت ہی خوش ہوں۔ اُس کے فضل میں روح ہر وقت ترقی کرتی ہے۔ خداوند دل کو آرام دیتا ہے۔ دوست آشنا، شاگرد، رشتے دار وغیرہ سب دشمن ہو گئے ہیں۔ ہر کوئی ہر وقت ہر طرح سے دُکھ دینا چاہتا ہے۔ مگر مَیں خداوند سے تسلی پا کر کچھ پروا نہیں کرتا۔ کیونکہ جس قدر بے عزتی اور دُکھ خداوند کے لئے ملتا ہے اُسی قدر روح کو آرام، تسلی اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔

سات سال کے بعد پانچ تجربے

اب سات سال گزر چکے ہیں۔ مزید کچھ تجربات حاصل ہوئے ہیں۔

اول، جب سے مَیں ایمان لایا کبھی میرا دل اِس دین کی طرف سے سُست نہیں ہوا بلکہ خوشی روز بہ روز زیادہ ہوتی گئی۔ اُس وقت سے مَیں رات دن اِس کے اصول پر بے تعصب غور کرتا آیا ہوں۔ اگر یہ دین خدا کی طرف سے نہ ہوتا اور مَیں فریب کھا کر اِس میں آجاتا تو اِس سات برس کے عرصے میں ضرور کہیں نہ کہیں کوئی ایسی بات نکلتی جس سے میرے دل میں سُستی آجاتی۔

لیکن یہاں تو شکر گزاری اور تسلی بڑھتی گئی اور اُس کی قیمت روز بہ روز میری نظروں میں زیادہ ہوئی۔

دوسرا تجربہ یہ ہے کہ جو خوشی مَیں نے مسیح میں ہو کر حاصل کی ہے اُسے دُور کرنے والی کوئی چیز مَیں نے نہیں پائی۔ اِس عرصے میں دنیا کے لوگوں نے تقریر سے، تحریر سے، اشارے سے، بے عزتی سے طرح طرح کے دُکھ میرے دل کو پہنچائے اور قسم قسم کے اعتراضات بھی پیدا کر کے مجھے سنائے بلکہ دہریوں تک کی باتیں بھی پیش کیں۔ جسمانی اور روحانی مصیبتوں نے بھی بار بار مجھے ہجوم کیا۔ بلکہ اِس جہان کی خوشیوں نے بھی کئی بار مجھے آ گھیرا اور چاہا کہ اِس خوشی کو بھول جاؤں۔ لیکن کوئی بھی چیز اُس خوشی کو جو مَیں نے مسیح سے پائی ہے ذرا بھی ہلا نہ سکی، حالانکہ مَیں نے ہلا دینے والی چیزوں کو ہمیشہ دل میں آنے دیا تاکہ اپنی خوشی کو اُس پر پرکھوں۔ یہ خوشی ایسی مضبوط ہے کہ کوئی چیز اُسے ہلا نہیں سکتی۔ یہ بات بھی نہیں ہے کہ مَیں نے اِس خوشی کو خود پکڑ کر دل میں پالا ہو۔ نہیں بلکہ ایسی خوشی نے مجھے خود پکڑا ہے کہ مَیں اُس کے پاس سے کہیں نہیں جا سکتا۔ کیونکہ جب اُس کی جدائی عین حقیقی

موت نظر آتی ہے تو اُس کے پاس سے کہاں جاؤں؟ اِس لئے اُس نے مجھے پکڑا ہے، نہ مَیں نے اُس کو۔ کیا ہی خوب ہے پطرس کا وہ قول،

> خداوند، ہم کس کے پاس جائیں؟ ابدی زندگی کی باتیں تو آپ ہی کے پاس ہیں۔ (یوحنا 6:68)

تیسرا تجربہ یہ ہوا کہ جس قدر مسیح کی پہچان بڑھتی جاتی ہے اُسی قدر اپنی پہچان بھی بڑھتی ہے۔ اُس کی پاکیزگی، بلندی، قوت اور تدبیر جس قدر کھلتی ہے اُسی قدر اپنی ناپاکی، عاجزی، پستی اور حماقت ظاہر ہوتی ہے۔

چوتھا تجربہ مسیح کی پہچان کا اثر ہے۔ جس قدر پہچان بڑھتی ہے اُسی قدر اپنی حالت بدل جاتی ہے۔

پانچواں تجربہ: جس قدر اُس کے ساتھ خلوص اور یگانگت میں اضافہ ہوتا ہے اُسی قدر دنیاوی آفات کا ہجوم اور اُسی قدر تسلی کی کثرت ہوتی جاتی ہے۔ اِن سب باتوں سے ہماری اُمید خوف اور آرزو کے درمیان لٹکی نہیں رہتی بلکہ پختہ رہتی ہے۔

اب ناظرین کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ ضرور خدا یہاں ہے۔ اُس نے قبولیت کا ہاتھ پھیلا رکھا ہے۔ اُس کے پاس آؤ۔ اِس کی ایک ہی راہ

ہے یعنی دل کی شکستگی اور خستگی کے ساتھ آؤ۔ تب ابدی زندگی ملے گی ورنہ ہلاکت ہے۔